دنیا میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب

تیسری لہر

ایلون ٹوفلر

ترجمہ :- تنویر اقبال

مشعل

تیسری لہر

ایلون ٹوفلر

ترجمہ: تنویر اقبال

مشعل
آر۔ بی 5 ' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور 54600' پاکستان

MashalBooks.org

تیسری لہر

ایلون ٹوفلر

ترجمہ: تنویر اقبال

کاپی رائٹ اردو(c)2001 مشعل

کاپی رائٹ(c)1980 ایلون ٹوفلر

ناشر: مشعل بکس

آر-بی-5، سیکنڈ فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان

فون وفیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

http:/www.mashalbooksorg

MashalBooks.org

فہرست

پیش لفظ	5
تعارف	9
لہروں کا ٹکراؤ	17
عظیم جدوجہد	19
دوسری لہر	33
تہذیب کی تشکیل	35
ضابطوں کی شکست وریخت	63
کاریگران قوت	82
پوشیدہ بلو پرنٹ	92
قومیت کا تصور	104
سامراجی تسلط	111
صنعتی راج کی حقیقت	128
چمکدار سیلاب	152
تیسری لہر	165
نئی نظریاتی ترتیب	167
عظیم الشان رفعتیں	172
ذرائع ابلاغ کا عدم پھیلاؤ	203
ذی شعور ماحول	220
وسیع پیمانے کی پیداوار سے ماورا	234

MashalBooks.org

الیکٹرانک گھر	253
مستقبل کے گھرانے	271
کارپوریٹ کے تشخص کا بحران	290
نئے منکشف ہوتے ضابطے	308
صانف کی آمد	336
ذہنی گرداب	366
قومیت کی شکست و ریخت	393
گاندھی سیارچوں کے جلو میں	409
اختتامیہ:	431
نتائج:	443
نیا نفسیاتی دائرہ	445
مستقبل کی شخصیت	454
سیاسی مقبرہ	466
اکیسویں صدی کی جمہوریت	490

MashalBooks.org

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب تہذیبوں کی داستان ہے۔ زمین پر انسان کے پہلے قدم کے بعد سے آج تک جو بھی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں' انہوں نے انسان کو آگے کی جانب بڑھایا ہے۔ مصنف ہر تہذیب کے لئے لہر کا استعارہ استعمال کرتا ہے۔ لہر سمندر سے ہے۔ موج' گرداب بھنور' طوفان' سیراب۔۔۔۔ یہ سب استعارے سمندر سے متعلق ہیں۔ سمندر کے اندر رونما ہوتی تبدیلیاں مختلف شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ کرہ ارض کا 2/3 پہلے ہی سمندر پر مشتمل ہے۔ باقی ایک تہائی حصہ پر ایک اور سمندر موجزن ہے اور وہ ہے انسانوں کا سمندر۔ انسانی حرکات وسکنات۔۔۔۔ جسمانی اور ذہین سرگرمیاں' معاشی اور غیر معاشی عمل' آج اور کل کا تصور' آگے۔ بڑھنے اور نیچے سے اوپر جانے کی جبلی خواہش' مقابلے اور توازن کی آرزو' ناممکن کو ممکن بنانے کی تمنا۔۔۔۔ یہ سب عوامل انسان کو جمود کا شکار نہیں ہونے دیتے' بلکہ اسے متحرک رکھتے ہیں۔ اس کے خواب اور خواہشیں توانا ہو کر' لہر کی شکل اختیار کرتی ہیں اور وہ لہر اپنے بہاؤ میں انسان کو ارتقاء کی جانب دھکیلتی جاتی ہے۔ سماجی ناہمواریاں اور پیچیدگیاں کبھی کبھی گرداب اور بھنور کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تاریخ کبھی واپسی کا سفر نہیں کرتی۔ شاید یہ سچ ہی ہو مگر وقت انسان سے آگے نکل جاتا ہے۔ (ماضی اور اکثر ایسا ہوا' خصوصاً پہلی لہر کی تہذیب میں' اور یوں بھی ہوا کہ انسان وقت سے آگے نکل گیا۔ پچھلے تین سو سال میں معجزے رونما ہوئے۔ انسان نے زمین کا سینہ چیرا اور پھر لامحدود خلا کا سفر اس کے سامنے آ گیا لیکن اس محیر العقول ارتقاء کے پیچھے انسان کی ہزاروں سال کی مجموعی جسمانی اور ذہنی محنت مرکوز تھی۔ کارل مارکس نے دو سو سال پہلے ایک ایسی دنیا کا تخیل پیش کیا تھا جس میں ''کوئی طبقات نہیں ہونگے' پوری دنیا میں کوئی حکومتی ڈھانچا نہیں رہے گا۔ لوگوں کی آمدنی ان کی ضروریات اور خواہشات کے مطابق ہو گی۔ انسان فطرت کے خلاف جنگ کر رہا ہو گا۔'' یہ حوالہ شاید آج بے محل لگے کیونکہ سویت انقلاب ناکامی سے دو چار ہو چکا ہے اور چین سرمایہ دارانہ معیشت کی جانب رواں دواں ہے' لیکن بین الاقوامی سماج کے پیش نظر' مقاصد کم و پیش وہی ہیں۔ آج قدیم قومیں شکست و

MashalBooks.org

ریخت کا شکار ہیں اور نئی نئی قومیں ابھر رہی ہیں۔ پوری دنیا میں عمومی اور افقی دونوں طرح کی تبدیلیاں جنم لے رہی ہیں۔ تیسری لہر کی نئی تہذیب ہمارے گھروں کی دہلیز پر کھڑی ہے اور ہم حیرت سے بت بنے اسے دیکھ رہے ہیں۔

ایلون ٹوفلر کی یہ کتاب پہلی بار 1979ء میں منظر عام پر آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے امریکہ میں مقبولیت کی بلندیوں کو چھو لیا۔ صنعتی دور کی شکست و ریخت کے ہاتھوں' ذہنی طور پر بوکھلائے ہوئے لوگ اور ادارے اپنے وجود کی بقاء کے لئے ہر چیز اور ہر عمل میں نئی معنویت کے متلاشی تھے کیونکہ پرانے تصورات بے محل اور مفروضات بے معنی ہوتے جا رہے تھے۔ ہر شعبے میں عملی یکسانیت نے لوگوں کی زندگی بے کیف اور بے رنگ کر کے رکھ دی تھی۔ بین الاقوامی تناظر میں بھی ہولناک تباہی کے شعلوں اور دھویں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دور حاضر کے بڑے بڑے ماہرین کا خیال تھا کہ کرہ ارض جوہری آتش فشاں پر کھڑا ہے جو کسی بھی وقت اچانک پھٹ سکتا ہے۔

ایسے عالم میں ایلون ٹوفلر نے پرانی کہاوت ''ہر اندھیرے کے بعد اجالا آتا ہے'' کے مصداق نئی امیدوں کے چراغ جلائے' انفرادی اور اجتماعی بے سمتی کو نئی سمت' سماجی' معاشی' نفسیاتی اور مذہبی یکسانیت اور بے معنویت کو تنوع اور معنویت دی۔ غرض منفی خیالات کو مثبت سوچ میں بدل ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ ہی میں نہیں' یورپ اور ایشیاء کے طول و عرض میں' اس کتاب نے فروخت کے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اب تک اس کتاب کا پچیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

اردو میں اس کا ترجمہ انتہائی بروقت اور برمحل ہے کیونکہ اطلاعاتی ٹیکنالوجی کا عظیم الشان سیلاب' جو تقریباً 20 سال پہلے امریکہ سے اٹھا تھا' آج اس کا طوفانی ریلا ہمارے گھر کی دیواروں کو چھو رہا ہے۔ اطلاعاتی ٹیکنالوجی کے ہاتھوں زمین کی طنابیں کھنچتی چلی جا رہی ہیں۔ عالمی گاؤں (Globel Village) وجود میں آ رہا ہے۔ ویسٹ انڈیز میں ہونے والا میچ' براہ راست ٹی وی کے ذریعے' پاکستان میں دیکھا جا رہا ہوتا ہے۔ آسیان ممالک میں معاشی بحران فوراً ہی ہماری برآمدات کو گھٹا دیتا ہے۔ امریکی حکام کا ایک سیاسی اعلان ہمارے سٹاک ایکسچینج میں زلزلہ طاری کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ تمام سیاسی' سماجی' معاشی' علمی' نفسیاتی اور حیاتیاتی مسائل۔۔۔ جو ترقی یافتہ معاشروں میں دو عشروں پہلے سر اٹھائے

MashalBooks.org

ہوئے تھے۔۔۔۔ ہمارے جیسے ترقی پذیر قوموں کے درمیان بھی اپنے وجود کو بھرپور طریقے سے منوا رہے ہیں۔ گو ان کی نوعیت اور ان کا اسراع بہ نسبت کم شدت کے حامل ہیں۔ کیونکہ ہمارے معاشرے کا ایک بڑا حصہ ابھی تک زرعی دور میں سانس لے رہا ہے۔ تاہم ہماری نئی نسل۔۔۔۔ زبان و مکان کے فاصلے' جس کے لئے قطعی غیر اہم ہیں۔۔۔۔ لباس' فیشن' موسیقی' ادب اور جوہری سوچ کے حوالے سے نو آمدہ ''تیسری لہر'' کی لاشعوری طور پر' زبردست حمایتی نظر آتی ہے۔ ہماری پرانی اور نئی دونوں نسلوں کے درمیان ابھرتا ہوا تضاد شاید ترقی یافتہ معاشروں کے تضاد سے بھی زیادہ پیچیدہ ہو(کیونکہ ہمارے ہاں موجود گروہی اور فرقہ وارانہ عصبیت اور جہالت' ترقی یافتہ ممالک میں ناپید ہے) اور ساتھ ہی ساتھ ترقی پذیر اور ترقی یافتہ قوموں کے مابین بین الاقوامی زمینی اور خلائی وسائل۔۔۔۔ خواہ وہ ماشی ہو یا غیر معاشی۔۔۔۔ سے بھرپور استفادے کا اختلاف بھی کچھ کم خوفناک نہیں۔ ترقی یافتہ قومیں بہتر ٹیکنالوجی کے ذریعے' ترقی پذیر معیشتوں کے مقابلے کی سکت کو زندہ درگور کر کے' بین الاقوامی اجارہ داری کے مواقع فراہم کر رہی ہیں' چنانچہ ان ممالک میں بے روزگاری اور کساد بازاری ک طوفان اٹھ رہا ہے' لوگوں کی قوت خرید ختم ہو رہی ہے۔

ان سوالات اور ایسے ہی بہت سے دوسرے سوالات کا جواب ''تیسری لہر'' کے سماجی' معاشی اور سیاسی رویوں پر منحصر ہے۔ سماجی اور معاشی افراتفری' اونچ نیچ اور تفریق کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہم' تیسری لہر کی راہ میں مزاحم ہوتے ہیں یا اس کی تخلیق میں شرکت کرتے ہیں۔ اس سوال کا عملی جواب ہمارے مستقبل کی تشکیل کرے گا۔

زیر نظر کتاب میں' مختلف نظریات اور تصورات کی وضاحت کے لئے نئی اصلاحات کا وضع کرنا ضروری تھا تا کہ قاری کتاب کے مطالعے کے دوران' انگریزی الفاظ کی نامانوسیت میں الجھے بغیر معنویت کی سبک خرام لہروں کے ساتھ بہتا چلا جائے۔

تنویر اقبال

MashalBooks.org

MashalBooks.org

تعارف

آج بین الاقوامی صورت حال یہ ہے کہ تخریب کار لوگوں کو یرغمالی بنا کر موت کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ تیسری جنگ عظیم شروع ہو جانے کی افواہیں کرنسیوں کی قیمت کو ڈانواں ڈول کر رہی ہے۔ سفارت خانے شعلوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ مختلف ملکوں میں متعین فوجی اپنے بوٹوں کے تسمے کس رہے ہیں۔ غرض اخبارات کی ایسی شہ سرخیاں ہمیں خوف و دہشت میں مبتلا کر رہی ہیں۔ معاشی صورتحال کا حساس پیمانہ، سونا، اپنی قیمت میں اضافے کے ریکارڈ توڑ رہا ہے۔ بنکوں کی ساکھ داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ افراط زر رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ دنیا کی حکومتیں شکست و ریخت کا شکار ہیں۔ نجومی قرب قیامت کے المیہ گیت الاپ رہے ہیں۔ عام آدمی یہ سوچ رہا ہے کہ کہیں دنیا پاگل تو نہیں ہو گئی۔ ادھر ماہرین کو یقین ہے کہ یہ سارے عوامل ایک عظیم تباہی کو دعوت دے رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب، بالکل ہی مختلف نظریے کی حامل ہے۔ اس کے نزدیک دنیا کا ذہنی توازن خراب نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان ظاہری حوادث کے پس منظر میں تحیر انگیز اور حوصلہ آمیز روشنی بھی نظر آتی ہے۔ ''تیسری لہر'' ایسے افراد کے لئے لکھی گئی ہے جو آج کی انسانی تاریخ کو اختتام کے آخری دھارے پر سمجھنے کے بجائے، انسانی جدوجہد کا آغاز جانتے ہیں۔ یہ کرہ ارض آج ایک طاقتور لہر کی لپیٹ میں ہے۔ جس سے، ایک نئی فضا اور رنگا رنگ ماحول جنم لے رہا۔ اسی بدلتی فضا میں ہمیں اپنے سارے معمولات انجام دینے ہیں۔ یعنی کھیل کود، شادی، بچوں کی دیکھ بھال، تربیت اور عمر کے ڈھلنے تک کا عمل جاری رکھنا ہے۔

اس تعجب خیز پس منظر میں تاجر برادری، معاشیات کی مخالف لہر کی طغیانی سے گتھم گتھا ہے۔ سیاست دانوں کی ساکھ ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ یونیورسٹیاں، ہسپتال اور دیگر سماجی ادارے افراط زر کے زلزلے کی زد میں ہیں۔ سماجی اقدار ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں۔ گھرانے، معبد اور ریاست کی حفاظتی کشتیاں بری طرح ہچکولے کھا رہی ہیں۔

MashalBooks.org

یہ ہوش ربا تبدیلیاں عدم استحکام شکست و ریخت اور تباہی کی عکاس لگتی ہیں لیکن ذرا پیچھے ہٹ کر اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو بہت سی ایسی چیزیں سامنے آئیں گی جو عموماً نگاہ سے اوجھل رہ جاتی ہیں۔

ہم آج کی تمام تبدیلیوں کو باہم مربوط و منسلک سمجھ سکتے ہیں۔ یہ اتنی بھی بے ربط اور لایعنی نہیں۔ مثلاً جوہری گھرانے کا باہمی ٹکراؤ' توانائی کا عالمی بحران' مذہبی رجحان' کیبل ٹی وی کی توسیع' ذاتی مرضی کے اوقات کار اور نت نئی اضافی مراعات کا رواج' کیوبک سے کارسیکا تک آزادی کی تحریکوں کا پھیلاؤ۔ ان تمام عوامل میں بظاہر کو ربط و آہنگ محسوس نہیں ہوتا مگر حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے۔ ان تمام واقعات و رجحانات میں ربط بھی ہے اور تسلسل بھی۔ دراصل یہ سب ایک وسیع تر مظہر۔۔۔۔صنعتی دور کے خاتمے اور ایک نئی تہذیب کی ابتداء۔۔۔۔ کے مختلف حصے ہیں۔

جب تک ہم ان تبدیلیوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ سمجھتے رہیں گے اور ان کی حقیقی اہمیت ہم پر آشکار نہیں ہوگی۔ ہم ان کے درمیان مربوط اور موثر ربط پیدا کر ہی نہیں پائیں گے۔ چنانچہ انفرادی حیثیت میں کئے گئے ہمارے فیصلے لایعنی اور ہماری ذات کے منافی ہوں گے۔ ہماری حکومتیں بھی بحران اور فوری نوعیت کے منصوبوں کے درمیان مسلسل ہچکولے کھا رہی ہیں۔ مستقبل کی جانب' ان کی پیش قدمی بنا کسی منصوبہ بندی کے' بے سوچی سمجھی اور اچھی امیدوں سے عاری نظر آتی ہے۔ موجودہ قوتوں کے باہمی ٹکراؤ کی درست آگہی نہ ہونے کی وجہ سے ہماری حیثیت طوفان میں گھرے ایسے بحری جہاز کے عملے کی طرح ہے جس کے پاس خطرناک چٹانوں سے بچ نکلنے کے لئے نہ قطب نما ہے اور نہ ہی کوی نقشہ۔ مختلف اور متضاد فنی صلاحیتوں کے اس دور میں وسیع و عریض گوشواروں اور اعلی تجزیوں سے عبارت ترکیب سازی نہ صرف کارآمد سمجھی جاتی ہے بلکہ واقعتاً فیصلہ کن بھی ٹھہرتی ہے۔

انہی اسباب کے پیش نظر ''تیسری لہر'' کو ہم وسیع ترکیب سازی پر مبنی ایسی کتاب قرار دیتے ہیں جس میں اس پرانی تہذیب کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جس میں ہم میں سے متعدد افراد پروان چڑھے ہیں۔ مزید براں' ابھرتی ہوئی نئی تہذیب کا پیش منظر بھی انتہائی

MashalBooks.org

احتیاط سے سامنے لایا گیا ہے۔ مستقبل کی یہ تہذیب ایک ہمہ گیر انقلاب کی طرح ہمارے گزشتہ تمام تمام مفروضوں کو چیلنج کر رہی ہے۔ غور و فکر کے گھسے پٹے انداز' فرسودہ فارمولے' مذہبی عقائد اور نظریات ہمارے لئے چاہے کتنے ہی محترم اور مفید کیوں نہ رہے ہوں' موجود حقائق سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے۔ نئی اقدار اور ٹیکنالوجی' عالمی سیاست کے نئے آہنگ' رہن سہن کے نئے طور طریقے اور نئے ذرائع ابلاغ کے مابین تصادم کے نتیجے میں تیزی سے ابھرنے والی اس دنیا میں نئے تصورات اور تمثیلات' نئی درجہ بندیوں اور نئی سوچ کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ ہم کل کی دنیا کو ماضی کے کوزوں میں بند نہیں کر سکتے اور نہ ہی قدامت پرست رویے اور طریقے اب عملاً موزوں نظر آئیں گے۔

کل کی اس تحیر خیز تہذیب کے نقوش جوں جوں ان صفحات میں نمایاں ہوں گے' مروجہ یاسیت کو ختم کرنے کے لئے' ٹھوس دلائل ہمارے سامنے آتے جائیں گے۔ گزشتہ ایک عشرے سے ہماری تہذیب یاسیت اور ناامیدی کی کیفیت سے دوچار ہے۔ تیسری لہر نہ صرف یاسیت کو گناہ سمجھتی ہے بلکہ (سی۔ پی۔ سنو کے بقول) اسے قطعی غیر ضروری بھی قرار دیتی ہے۔ میں کسی بھی قسم کے توہمات کا شکار نہیں ہمارے گرد جو خطرات منڈلا رہے ہیں' ان کی تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی ان کے بارے میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں اور آئندہ بھی لکھتا رہوں گا۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ جنگ' معاشی بحران اور وسیع تکنیکی تباہی مستقبل کی تاریخ کی شکل ہی بدل سکتی ہے۔

تاہم توانائی کے بدلتے ہوئے استعمالات اور خاندانی نو کے درمیان روابط یا جدید صنعتی طریقوں اور اپنی مدد آپ کی تحریک کے مابین ابھرنے والے تعلقات کا جائزہ لینے سے ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جن حالات کی وجہ سے ہمارے سروں پر خطرات کے بادل چھائے ہوئے ہیں' وہی نئی آب و تاب اور روشن صورت گری کے امکانات کو یقینی بھی بنا رہے ہیں۔

''تیسری لہر'' اسی موعودہ روشنی کی عکاس ہے۔ اس حقیقت پسندانہ کاوش کے ذریعے ہمیں تباہی و بربادی کے درمیان افزائش حیات کے موثر شواہد بھی ملتے ہیں اور یہی شواہد ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ ذہانت اور خوش قسمتی کے جلو میں ظہور پذیر تہذیب زیادہ

MashalBooks.org

معقول، موثر اور مستحکم ہوسکتی ہے بلکہ ماضی کی نسبت زیادہ جمہوری اور شائستہ تر بھی ہوسکتی ہے۔

مستقبل قریب کے عبوری دور میں، ممکن ہے ہمیں شدید بحرانوں اور طغیانیوں کا سامنا کرنا پڑے لیکن اگر اس کتاب کی تجزیاتی سمت درست ہے تو پھر مان لیجئے کہ خوش آئند توقعات کے زبردست اسباب وعوامل ہمارے سامنے موجود ہیں۔

''تیسری لہر'' کی تصنیف کے دوران، میرے لیکچر کے سامعین اکثر مجھ سے یہ سوال کرتے تھے کہ میری یہ نئی کتاب میری پچھلی کتاب ''مستقبل کا صدمہ'' سے کس طرح مختلف ہوگی۔ واضح رہے کہ لکھاری اور قاری، دونوں ہی کتاب میں، پہلی کتاب کا عکس دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ زیرنظر کتاب مذکورہ تصنیف سے بالکل مختلف ہے۔ ترکیبی ہیئت اور مرکزی خیال کے لحاظ سے دونوں میں واضح فرق ہے۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ ''تیسری لہر'' میں ماضی اور مستقبل دونوں کا وسیع تر تناظر پیش کیا گیا ہے۔ اس کا دائرہ کار خاصا پھیلا ہوا ہے اور اس کی ترتیب وتشکیل بھی پہلے جیسی نہیں۔ (قاری یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اس تصنیف کا بنیادی خیال لہروں کا تصادم ہے)

معنوی اعتبار سے دونوں کتابوں کا فرق اور بھی واضح ہے۔ میری پچھلی تصنیف میں تبدیلیوں کا عمل ناگزیر قرار دیا گیا تھا۔ وہاں شخصی اور سماجی تبدیلی کی قدر و قیمت پر بھی زور دیا گیا تھا، لیکن ''تیسری لہر'' میں تبدیلی کے عمل کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے اس امر پر بھی زور دیا گیا ہے کہ بعض عناصر کو، ان کی معنویت کی وجہ سے، انتہائی تیزی سے تبدیل نہ کیا جائے۔ مزید براں، گزشتہ کتاب میں، میں نے ''مستقبل کی قبل از وقت آمد'' کے متعلق لکھا تھا لیکن ابھرتے ہوئے جدید سماج کا میں نے کوئی واضح اور مربوط نقشہ نہیں کھینچا تھا۔ اس میں تغیراتی عمل کی تشریح کی گئی تھی، سمت کی نہیں۔

موجودہ کتاب کا تجزیہ مختلف نوعیت کا ہے۔ یہاں ''اسراع'' پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی البتہ وہ سمتیں زیادہ اجاگر کی گئی ہیں جدھر یہ تبدیلیاں ہمیں کشاں کشاں لئے جا رہی ہیں۔ اس طرح پہلی کتاب کا موضوع طریق کار تھا اور اس کا موضوع تعمیر وتشکیل ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر، دونوں کتابیں ماخذ کے بجائے، وسیع تر اکائی کی حیثیت میں ایک دوسرے

سے ہم آہنگ ہیں۔ مختلف ہوتے ہوئے بھی دونوں ایک دوسرے پر روشنی منعکس کرتی ہیں۔

تالیف کاری کے سا وسیع عمل میں نظریات اور تصورات کو عام فہم بنانے کے ساتھ ساتھ عمومیت اور اختصار کا خیال رکھا جانا بھی ضروری تھا۔ (اس عمل کے بغیر کتاب میں اتنا بے کراں مواد اکٹھا کرنا ناممکن تھا) عین ممکن ہے بعض مورخ اس کتاب میں پیش کردہ تین تہذیبی ادوار کی تقسیم سے اتفاق نہ کریں۔۔۔۔یعنی پہلی لہر کا زرعی دور، دوسری لہر کا صنعتی دور اور تیسری لہر کا ظہور پذیر دور۔۔۔۔ ظاہر ہے زرعی دور میں مختلف تہذیبوں کا جنم ہوتا رہا۔ صنعتی دور بھی مختلف ترقیاتی مرحلوں سے گزرا۔ بلاشبہ ماضی اور مستقبل کو 12'38'57 حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسی تقسیم میں کسی بھی اہم حصے کے غائب ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے یا پھر ہر خاص علاقے کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے ہمیں ایک جلد کے بجائے پوری کی پوری لائبریری چاہئے ہوگی۔ چنانچہ ہمارے مقاصد کے لئے یہ آسان فہم تقسیم زیادہ مفید ہے۔

اس وسیع موضوع کا احاطہ کرنے کے لئے بعض آسان راستوں کے استعمال کی ضرورت بھی پڑی۔ چنانچہ میں نے اکثر اوقات تہذیب کے لئے شخصی علامت استعمال کی ہے۔ حالانکہ قارئین بخوبی آگاہ ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ تہذیب بذات خود کوئی کام سر انجام نہیں دیتی بلکہ یہ سب کچھ انسان کرتے ہیں، لیکن بعض اوقات فعالیت اور تحریک کو تہذیب سے منسوب کرنے سے وقت اور الفاظ کی بچت کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ذہین قاری یہ حقیقت بھی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ مورخ، ماہر مستقبلیات، منصوبہ ساز، نجومی یا پروہت مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور نہ ہی جان سکتے ہیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ''کچھ نہ کچھ'' ہونے والا ہے تو میں جانتا ہوں کہ قارئین اسے بہت زیادہ اہمیت نہیں دیں گے۔ وگرنہ اس کتاب میں تحفظات کا غیر ضروری اور لایعنی جنگل بسانا پڑ جاتا۔ تاہم سماجی پیش گوئیاں کبھی بھی اقدار کے بحث سے خارج نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کی نوعیت سائنسی ہوتی ہے چاہے ان کا ماخذ کمپیوٹر ہی کیوں نہ ہوں۔

''تیسری لہر'' کوئی معروضی پیش گوئی نہیں اور نہ ہی اس میں سائنسی حقائق کا زعم کارفرما ہے۔ بہرحال اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ زیر نظر کتاب محض خیالی اور تصوراتی

باتوں پر مبنی ہے، اس کے برعکس ''تیسری لہر'' ایسے ٹھوس شواہد اور دلائل پر مبنی ہے جنہیں تہذیب کا نیم مرتب نمونہ یا ہمارے روابط کا مظہر بھی کہا جا سکتا ہے۔

اس کتاب میں شکستہ حال صنعتی تہذیب کا ذکر، تکنیکی دائرہ، سماجی دائرہ، اطلاعاتی دائرہ اور طاقتی دائرہ کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ نیز ان دائروں میں رونما ہونے والی انقلابی تبدیلیوں اور ان کے باہمی روابط کا ذکر بھی ہے۔ پھر حیاتیاتی دائرہ کار اور نفسیاتی دائرہ کار کے ساتھ ان کے باہمی تعلق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ آخر الذکر دونوں دائرے ایسی نفسیاتی اورذاتی رشتوں کی ساخت کو ظاہر کرتے ہیں جن کی بدولت بیرونی دنیا میں رونما ہوتی تبدیلیاں ہماری گھریلو زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

''تیسری لہر'' کے نظریے کے مطابق، تہذیب بھی بعض عملی رویوں اور اصولوں سے استفادہ کرتی ہے۔مزید برآں، حقیقت کے اظہار اور اپنے وجود کے اثبات کے لئے تہذیب اپنے ایک بلند و برتر تصور کو فروغ دیتی ہے۔ ان اجزاء، اصولوں اور عملی رویوں کے باہمی روابط کو سمجھ لینے کے بعد ہمیں یہ حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ سب ایک دوسرے میں کسی طرح ان تغیرات کو جنم دیتے ہیں، جن سے تبدیلی کی طاقت اور لہریں اٹھتی ہیں۔ تب ہی ہم، اپنی زندگی کا تار و پود بکھیرنے والی، تبدیلی کی عظیم الشان لہر سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

یہ بات اب تک عیاں ہو چکی ہے کہ تبدیلی کی شوریدہ سر لہریں، اس کتاب کا عظیم استعارہ ہیں۔ یہ میرا تخلیقی استعارہ نہیں۔ رابرٹ ایلس نے اپنی کتاب ''تہذیبی عمل'' میں کئی صدیوں پر پھیلی ہوئی ایسی ایک لہر کا حوالہ دیا ہے جو باہمی روابط کے فروغ کا باعث بنی۔ 1837ء میں ایک مصنف نے مغربی امریکہ کے کسی قصبے کا ذکر پے در پے ابھرتی لہروں کے استعارے سے کیا تھا۔۔۔۔مثلاً آباد کاروں اور کسانوں کے بعد، اس خطے میں، تاجروں کی آمد کو ہجرت کی تیسری لہر سمجھا گیا1893ء میں فیڈرک جیکسن ٹرنر نے بھی اسی استعاراتی لہر کا ذکر اپنے مشہور مضمون ''امریکی تاریخ میں سرحد کی اہمیت'' میں کیا تھا، چنانچہ لہر کی تشبیہ کوئی نئی بات نہیں۔ البتہ آج کے تہذیبی انقلاب پر یہ خوب منطبق ہوتی ہے۔

مذکورہ استعارے کا استعمال خاصا مفید ثابت ہوا ہے۔ لہر کے تصور کی مدد سے بے پناہ اور خاصی بے ربط معلومات کی تنظیم سازی بھی ممکن ہے۔ اس کے ذریعے تبدیلی کے پس